© rasailojaraid.com

مترجم:- پروفیسر وائی۔ ایس۔ طاہر علی

ڈاکٹر عمر بن داؤد پوتہ کی کتاب

الموسوم بہ

فارسی شاعری کے اِرتقاء میں عربی شاعری کا ہاتھ

حکیمانہ کلام

(پانچویں قسط)

ہر قوم کی شاعری میں کئی کئی مقامات پر اخلاق و موعظت کی باتیں دکھائی دیتی ہیں۔ بے شک ایسے ادوار بھی آئے ہیں جب شاعروں نے دیدہ و دانستہ طور پر معلّمِ اخلاق ہونے کا مظاہرہ کیا ہے۔ متقدمین عرب شعرا بھی اس زمرے میں آجاتے ہیں۔ اُن کے کلام میں حکمت و دانش کے اشعار پُر مغز مقولات اور ترغیبات ہوتی تھیں۔ جو بادیہ نشینوں کو اُن کی اعلیٰ روایات پر عمل پیرا ہونے کے لئے ابھارتی تھیں مسلمانوں کے تنقیدی اصولوں کے مطابق جاہلیت کا کوئی شاعرِ عظیم نہیں ہوسکتا اگر اُس کے اشعار میں پند و موعظت کی باتیں نہ ہوں۔ یہی وجہ تھی کہ انہوں نے امرؤ القیس کو "الفحل" کہہ کر اعلیٰ شاعر تسلیم کرلیا کیونکہ اُس نے ذیل میں درج شدہ شعر کہا تھا:[1]

وَاللّٰہُ انجح ما طلبت بہ — والبِرُّ خیرُ حقیبۃِ الرحلِ

(اللہ سب سے بڑا دینے والا ہے، جو کچھ تو چاہے اُس سے مانگ۔ اور اونٹ کی کاٹھی پر سب سے بڑا تحفہ نیکی ہے)

---

[1] سیوطی، شواہد ص ۸۰۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عہدِ عباسیہ میں کئی شعراء ہو گذرے ہیں جن کی طبائع حکیمانہ تھیں۔ اُن میں سے ایک صالح بن عبدالقدوس (متوفی ۱۶۷ھ) تھا۔ اس کے ہم عصروں نے اُس کی اعلیٰ شاعری کی قدر اس لئے نہ کی کہ وہ ہر وقت حکیمانہ انداز اختیار کرتا تھا۔ جو طبیعتوں کو ناگوار گزرتا تھا۔ علیٰ ہذا القیاس ابوالعتاہیہ (متوفی ۲۱۳ھ/ ۸۲۸ء) کے کلام میں جابجا موت کی اور انسان کی دو روزہ زندگی کی باتیں ہوتی تھیں۔

زیادتی ہوگی اگر ہم کہیں کہ ایرانی شعراء نے یہ مقولات عربوں سے لئے۔ کیونکہ ایسی کہاوتیں اور باتیں ہر قوم و ملت میں عام پائی جاتی ہیں۔ بلکہ یہ مقولات اتنے ارفع اور اعلیٰ ہوتے ہیں کہ انسانی زندگانی میں ان کی مثالیں نہیں مل پاتیں۔ مندرجہ ذیل عبارات میں ہمیں اخلاقیات کی وہ ٹھوس مثالیں ملتی ہیں جو بالواسطہ ہمارے اخلاقی رجحانات کو ابھارتی ہیں۔

(الف) "موت سب کو یکساں بنانے والی ہے۔

(طرفہ متوفی ۵۶۴ ق م) کہتا ہے[1]:

اری قبر نحّامٍ بخیل بمالہ کقبر غویّ فی البطالۃ مفسد

(میں ایک کنجوس کی قبر کو اور ایک عیاش شخص کی قبر کو یکساں پاتا ہوں)

تری جثوتین من تراب علیہما صفائحُ صمٍ من صفیح منضّد

(دونوں پر مٹی کے تودے ہیں جن پر سخت پتھروں کی سلیں یکے بعد دیگر رکھی ہوئی ہیں)

---

[1] طرفہ کے معلقہ میں ہے۔ دیکھو ابن قتیبۃ کا الشعر والشعراء ص۱۹۔ طرفہ نے یہ بات حیرہ کے عیسائیوں سے سیکھی تھی۔ یہ خیال انجیل کی حسب ذیل آیتوں کے مطابق ہے (ملاحظہ ہو کتاب ایوب فصل ۲۱/ اور آیتیں ۲۳ تا ۲۶)

"ایک شخص اپنی توانائی میں مرتا ہے جب کہ وہ آرام میں اور امان میں تھا۔
اُس کا سینہ دودھ سے لبریز تھا اور اُس کی ہڈیاں گودے سے بھری ہوئی تھیں۔
دوسرا شخص رنج و غم کے ساتھ مرتا ہے اور کبھی لذت سے آشنا نہ تھا۔
دونوں کے دونوں ایک ہی طرح سے خاک میں جائیں گے اور ان کو کیڑے کھائیں گے"

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ادی الموت یعتام الکرام ویصطفی عقیلۃ مال الفاحش المتشدد

(موت شریفوں کا انتخاب کرتی ہے اور ایک عیاش اور خراچ کا بہترین مال بھی لے لیتی ہے)

لعمرک ان الموت ما اخطأ الفتی لکالطول المرخی وثنیاہ بالید

(تیرے قسم! موت جوان کی طرف غافل نہیں رہتی۔ بلکہ اس کی مثال چوپایہ کی لمبی ڈھیلی رسی کی طرح ہے جس کے دونوں سرے ہاتھ میں ہوں)

مذکورہ بالا عبارت کا مفہوم رودکی کے ذیل میں دیئے ہوئے اشعار میں پایا جاتا ہے۔[1]

زندگانی چہ کوتہ وچہ دراز نہ بآخر بمرد باید باز

(زندگانی کتنی ہی دراز ہو یا مختصر۔ کیا اس کا انجام کار موت نہیں ہے؟)

ہم بچنبر گذار خواہد بود این رسن را اگرچہ ہست دراز

(یہ رسی کتنی ہی دراز کیوں نہ ہو آخر ایک حلقہ کی شکل میں لپیٹی جائے گی[2])

خواہی اندر عنا وشدت زی خواہی اندر امان ونعمت وناز

(چاہے تو تنگی اور ترشی کے ساتھ زندگانی گذار یا تو عیش وآرام سے رہ)

خواہی اندک تراز جہاں بپذیر خواہی از ری بگیر تا بطراز

(چاہے تیرے پاس ایک چھوٹی سی سلطنت ہو یا تورے سے لے کر طراز تک کا ملک اپنا زیرنگیں کرلے)

این ہمہ روز مرگ یکسانند نشناسی زیکدگر شان باز

(مرتے وقت سب ایک جیسے ہوجائیں گے تو کسی میں کوئی تمیز نہ کرسکے گا)

---

[1] تاریخ بیہقی (چاپ تہران) ص ۲۷۲

[2] عنصری نے اس تشبیہ کو کچھ اور ہی شکل دے دی ہے:۔

شدم بصورت چنبر چو زلف او دیدم بصورت رسن واصل آن رسن عنبر

(میں حلقہ بدام ہوگیا جب میں نے محبوبہ کی زلفیں دیکھیں جو رسی کے مانند تھیں اور عنبر جیسی خوشبو دے رہی تھیں)

نگر بمن گذرت ہست در مثل کہ رسن اگرچہ دور بود بگذرد بسوی چنبر

(دیکھ تجھے میرے اندر سے گذر کرنا ہے جس طرح کہ رسی کتنی ہی لمبی ہو حلقہ میں سے ضرور گذرتی ہے)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خیال بالکل یکساں ہے گرچہ وہ مختلف الفاظ میں اظہار کیا گیا ہے۔ زندگی کو ایک رسی سے مشابہت دی گئی ہے اور اُس کے دونوں لپیٹے ہوئے سرے ایک حلقے میں گزارے گئے ہیں۔ ایسی ایک عبارت اور بھی ہے جو سعدیؒ کے گلستان میں ہے:۔

یکی امروز کامران بینی   دیگری را دل از مجاہدہ ریش

(آج تجھے ایک شخص شادکام نظر آرہا ہے اور دوسرا شخص محنت کرتے ہوئے کبیدہ خاطر ہے)

روزکی چند باش تا بخورد   خاک مغز سر خیال اندیش

(کچھ دن اور ٹھہر جا۔ تاکہ تو اس خیال کرنے والے کے دماغ کو خاک میں ملا ہوا پائے گا)

فرق شاہی و بندگی برخاست   چوں قضائی نوشتہ آید پیش

(جب نوشتۂ تقدیر سامنے آئے گا تو بادشاہی اور غلامی کا فرق مٹ جائے گا۔)

از کسی خاک مردہ باز کند   نشناسد توانگر از درویش

(اگر کوئی مُردے کی قبر کو کھود کر دیکھے تو امیر اور فقیر کو نہ پہچان سکے گا۔)

(ب) موت ناگزیر ہے۔

حضرت علی بن ابی طالب (متوفی ۴۰ھ / ۶۶۰ء) فرماتے ہیں[1]۔

فی ای یومی من الموت افرّ   أیوم لم یقدّر أم یوم قدر

(دو دنوں میں سے کس دن میں موت سے بھاگوں؟ کیا اُس دن سے بھاگوں جب موت مقدر نہیں ہے یا اُس دن سے بھاگوں جس دن موت مقدر ہے۔)

یوم لم یقدّر لا ارهبه   ومن المقدور لا ینجی الحذر

(جس دن موت مقدر نہیں ہے اس روز میں اس سے نہیں ڈرتا۔ اور مقدر کی گئی بات میں کوئی حفاظتی تدبیر کام نہیں آتی۔)

---

[1] العقد الفرید، جلد ۱ ص ۵۴۔ ابن عبد ربہ کہتا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ صفین کی جنگ میں روزانہ ان اشعار کو پڑھا کرتے تھے؛ الحماسۃ للبحتری، ص ۶۱۔ ابن جنّی نے پہلا شعر ایک بادیہ نشین شاعر کا بتایا ہے۔ (ملاحظہ کیجئے سرّ القناعۃ مخطوطۂ لیڈن ص ۳۶)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بندار رازی نے (دیلمی امیر مجد الدولہ (۹۹۷ تا ۱۰۲۹ء) کے دربار کا شاعر) جو دونوں زبانوں کا شاعر تھا ان اشعار کا ترجمہ حسب ذیل طریقے سے کیا ہے[1]:۔

از مرگ حذر کردن دو روز روا نیست — روزیکہ قضا باشد و روزیکہ قضا نیست

(دو دن موت سے ڈرنا کیا معنی رکھتا ہے! جس روز موت آتی ہے اور جس روز موت نہیں آتی)

روزیکہ قضا باشد کوشش نکند سود — روزیکہ قضا نیست درو مرگ روا نیست

(جس روز موت آتی ہے اس روز کوئی حیلہ کارگر نہ ہوگا اور جس روز موت نہیں لکھی ہے مرنا ممکن نہیں ہے۔)

نیرنگی زمانہ

ابن الرومی (متوفی ۲۸۳ھ / ۸۹۶ء) نے کہا ہے[2]:۔

دھر علا قدر الوضیع بہ — وتری الشریف یحطہ شرفہ

(یہ وہ زمانہ ہے جس میں نچلے درجہ والے بلند مرتبت ہیں اور شریف انسان اپنی شرافت کی وجہ سے کمتر ہے۔)

کالبحر یرسب فیہ لؤلؤہ — سفلا و تعلو فوقہ جیفہ

(مثل موتی کے جو سمندر کی تہ میں رہتا ہے اور سمندر کی سطح پر مردہ تیرتا نظر آتا ہے۔)

رشید الدین الوطواط (متوفی ۵۷۸ھ / ۱۱۸۲ء) کہتا ہے[3]:۔

گر زیردست ہر کس و ناکس نشانیم — آنجا دقیقہ ایست دانم من اینقدر

(اگر تو مجھے ہر کس و ناکس کے نیچے بٹھاتا ہے تو پھر یہ ایک نکتہ ہے اتنا میں جانتا ہوں)

بحر است مجلس تو و در بحر بی خلاف — لولوی زیر باشد و خاشاک برزبر

(کہ تیرا دربار ایک سمندر ہے اور سمندر میں موتی بے شک نیچے رہتا ہے اور خس و خاشاک اوپر رہتا ہے)

---

[1] دولت شاہ: تذکرہ صفحات ۴۲ اور ۴۳۔

[2] یتیمہ جلد ۳ ص ۳۹۰۔

[3] مجمع ص ۳۰۱ (چاپ تہران)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ابن یمین (متوفی ۷۴۵ھ) نے بھی اسی طرح کہا ہے[1]

بہ بزمِ آصف جمشید رتبت — گہی کابن الیمین از پا نشیند

(اگر کسی وقت ابن یمین جمشید جیسے عالی مرتبت وزیر کے دربار میں نیچے درجہ میں بیٹھتا ہے)

ندارد خویشتن را در مضیق — ز نا اہلی اگر ادنیٰ نشیند

(تو وہ کبھی غمگین نہ ہوگا کہ وہ ایک نا اہل کے نیچے بیٹھا تھا)

فروتر پایہ دارد مرد نادان — اگرچہ برتر از دانا نشیند

(جاہل کا درجہ ہمیشہ نیچا ہوتا ہے گرچہ وہ کسی عالم کے مقابلے میں اونچا بیٹھے)

ندارد قدر گوہر ہیچ خاشاک — بدریا گرچہ او بالا نشیند

(خس وخاشاک کی قیمت موتی جیسی نہیں ہوسکتی گرچہ وہ سمندر کی سطح پر رہے)

قابوس بن وشمگیر والی طبرستان (۹۷۶ء تا ۱۰۱۲ء) نے حسب ذیل مشہور اشعار میں اس تشبیہ کو جو پہلے پہل ابن الرومی نے استعمال کی تھی بڑھا چڑھا کر کہا ہے[2]:-

قل للذی بصروف الدھر عیّرنا — ھل عاند الدھر الا من لہ خطر

(اس سے کہہ دو جو ہماری بدبختی کا مذاق اڑاتا ہے کہ کیا زمانہ عالی مرتبت لوگوں کے سوا کسی اور سے بھڑتا ہے؟)

أما تری البحر تعلو فوقہ جیف — وتستقر باقصیٰ قعرہ الدرر

(کیا تجھے سمندر کی سطح پر سڑی گلی لاشیں نظر نہیں آتیں حالانکہ موتیوں کا ٹھکانہ سمندر کی تہ میں ہے)

فان تکن عبثت ایدی الخطوب بنا — ونالنا من تمادی بؤسہا الضرر

(اگرچہ زمانے کے ہاتھوں ہم بہت ذلیل ورسوا ہوئے ہیں اور اس کی مسلسل ایذا رسانی نے ہم کو نقصان پہنچایا ہے)

---

[1] دیوان ابن یمین ص ۱۰۔

[2] یتیمۃ جلد ۳ ص ۲۹۰؛ ابن خلکان تصحیح ووستنفیلڈ ص ۵۵۰۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ففی السماء نجوم مالھا عدد ۃ   ولیس یکسف الا الشمس والقمر

(آسمان میں بے شمار اجرامِ فلکی ہیں لیکن گہن صرف سورج اور چاند ہی کا ہوتا ہے)

ابن یمین نے حسب ذیل قطعہ میں قابوس کے مذکورہ بالا اشعار کا لفظ بہ لفظ ترجمہ کر دیا ہے[1]۔

ای دوستان بکام دلم نیست روزگار   آری زمانہ دشمن اہل ہنر بود

(دوستو! زندگانی میرے دل کی خواہش کے مطابق نہیں ہے۔ ہاں۔ زمانہ اہل ہنر کا دشمن ہے)

سہلست اگر جفا کشم از دور بیوفا   زحمت نصیب مردم والا گہر بود

(اگر بے ثباتی زمانہ سے میری دل آزاری ہوتی ہے تو ہو۔ بڑے لوگوں کے مقدر میں تکلیف اٹھانا لکھا ہے)

بر آسمان ستارہ بود بے شمار لیک   رنج کسوف بر دل شمس و قمر بود

(آسمان پر لاتعداد ستارے ہیں لیکن سورج اور چاند کے سوا گہن کی مصیبت کس کو ہوتی ہے؟)

رسمیست در زمانہ کہ ہر کم بضاعتی   ز اہل ہنر بمرتبہا بیشتر بود

(دنیا میں یہ رسم چلی آرہی ہے کہ ہر نا اہل شخص اہل ہنر پر کئی گنا زیادہ مرتبہ رکھتا ہے)

دریا صفت کہ منصب خاشاک اندرو   بالائی عقد گوہر و سلک دُرر بود

(زمانہ سمندر کے مانند ہے کہ خس و خاشاک کا مرتبہ سمندر میں موتی کی مالا اور ہیروں کے ہار سے بلند ہوتا ہے)

آشوب زمانہ

متنبی (متوفی ۳۵۱ھ ۹۶۵ء) کہتا ہے[2]۔

[1] اس مماثل عبارت کو پروفیسر براؤن نے تاریخ ادبیات ایران جلد ۳ کے صفحات ۲۲۱ اور ۲۲۲ پر لکھا ہے
[2] دیوان ص ۳۴۹ اور یتیمۃ جلد ۱ ص ۱۰۱۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رمانی الدھر بالأرزاء حتّی فؤادی فی غشاءٍ من نبال

(زمانے نے مجھ پر مصیبتیں ڈھائیں تا آنکہ میرا دل تیروں سے چھلنی ہو گیا۔

فصرت اذا اصابتنی سھام تکسرت النصالُ علی النّصال

(پھر جب مزید تیر برسنے لگے تو اُن کے سرے ایک دوسرے سے ٹکرا کر ٹوٹنے لگے)

جمال الدین اصفہانی (متوفی ۵۸۸ ھ / ۱۱۹۲ء) نے متنبی کے اس بلند خیال کا خاکہ اڑایا لیکن اُس میں یہ فرق بتایا کہ متنبی کا دل مصیبتیں جھیل کر قوی ہو گیا تھا اور وہ بڑی سے بڑی تکلیف برداشت کرسکتا تھا مگر اُس کے دل پر جو بھی نیا تیر آتا ہے ایک قیامت برپا کر دیتا ہے؛

نماند تیری در ترکش قضا کہ فلک سوی دلم بہ انگشت امتحان نکشود

(قضا و قدر کے ترکش میں کوئی تیر ایسا نہ تھا جسے آسمان نے اپنی آزمائش کی انگلی سے میرے دل پر نہ برسایا ہو)

چون خار پشتی گشتم از تیر آزارش کہ موئی بر تن صبرم ز تیر او بشخود

(میں اُن تیروں کے لگنے سے خار پشت (جنگلی چوہا یا کنڈیالا) بن گیا ہوں۔ وہ تیر میرے مصیبت زدہ دل پر بال نظر آنے لگے ہیں[1])

غور و خوض کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ متنبّی کی تصویر کشی زیادہ موثر ہے بہ نسبت اِس ایرانی شاعر کے۔ مؤخر الذکر نے اُس تصویر میں خود کو خار پشت سے تشبیہ دے کر ایک بھونڈا پن پیدا کر دیا ہے۔ مزید براں عربی اشعار کی لے میں وہ سرعت ہے جو تیروں کی بوچھار میں ہے۔ ہمیں یہ محسوس ہونے لگتا ہے کہ واقعی تیر شاعر کے دل پر برس رہے ہیں اور ایک دوسرے سے ٹکرا رہے ہیں۔ فارسی کے اشعار میں مقصود اُداسی ہے لیکن ان میں تصنع پایا جاتا ہے جو قابل ذکر ہے۔

(د) ایک مستقل مہمان ہمیشہ ناپسند ہوتا ہے

البُستی (متوفی ۴۰۱ھ / ۱۰۱۰ء) نے کہا ہے[2]:

---

[1] مجمع الصفحا ص ۶۵ الف۔

[2] یتیمۃ جلد ۴ ص ۲۳۰

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لقد هنت من طول المقام و من یقم طویلاً یهن بعد ما کان کرما

(بڑی مدّت تک ٹھہرے رہنے سے میری عزت میں فرق آگیا جو بھی لمبی مدت تک رہے گا ناپسند کیا جائے گا گرچہ شروع میں اُس کی بڑی قدر کی گئی ہو)

وطول مقام الماء فی مستقرہ یغیّرہ لوناً و ریحاً و مطعماً

(پانی بھی ایک لمبی مدت اپنی جگہ پر ٹھہرا رہے تو اس کے رنگ میں بُو میں اور ذائقہ میں فرق آجاتا ہے۔

دقیقی (متوفی ۹۷۵ء) نے فارسی میں اسی بات کو دُہرایا ہے[1]۔

من اینجا دیر ماندم خوار گشتم عزیز از ماندن دائم شود خوار

(میں یہاں بڑی دیر تک رہا چنانچہ خوار ہو گیا۔ یہ معزّز آدمی لمبی مدّت تک ایک ہی جگہ رہنے سے خوار ہو جاتا ہے)

چو آب اندر شمر بسیار ماند زہومت گیرد از آرام بسیار

(جس طرح کہ پانی ایک گڑھے میں دیر تک رہے تو بدبو دینے لگ جاتا ہے۔)

صبر سے کام لو ۵
یا
مرگ قبل از علاج

اس ضرب المثل کی عربی شعرا کے اقوال سے وضاحت ہو سکتی ہے۔ مثلاً:۔

الف ابوتمام (متوفی ۲۳۱ھ/ ۸۴۶ء) کہتا ہے[2]۔

---

[1] الباب جلد ۲ ص ۱۳ اور جامی: بہارستان ص ۸۳۵۔ بستی اور دقیقی دونوں ہم عصر تھے اور دونوں سامانی امیر نوح ثانی کے زیر سایہ تھے۔ اس لئے یہ کہنا مشکل ہے کہ دونوں میں سے پہلے کس نے اس خیال کو ظاہر کیا۔ میرے خیال میں دقیقی نے پہل کی ہے کیونکہ اُس کے اشعار میں زیادہ روانی ہے اور وہ عیب بھی نہیں جو لفظوں کو غیر ضروری طور پر دہرانے سے پیدا ہوتا ہے جیسا کہ عربی کے آخری شعر کے دوسرے مصرعہ میں نظر آتا ہے۔

[2] دیوان ص ۳۹۹۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وما نفع من تدمات بالامس صادیا اذا اما السماءُ الیوم طال انہما رُھا

(اُس شخص کیلئے بے سود ہے جو کل شام کو پیاسا مرگیا اگر آج بادل خوب برسے۔)

(ب) ابو فراس (متوفی ۹۶۸ء) کہتا ہے:[1]

معللتی بالوصل والموتُ دونہ اذا متُّ ظمآناً فلا نزل المطر

(وہ مجھے وصال کے وعدہ سے تھپکیاں دے رہی ہے۔ اگر میں پیاسا مرجاؤں تو بارش سے کہو کہ نہ برسے۔)

(ج) احمد بن بُندار (؟) کہتا ہے:[2]

وقالو بعود الماءَ فی النھر بعد ما عفت منہ اٰثار وجفّت مشارعہ

(وہ کہتے ہیں کہ چشمہ پانی سے بھر جائے گا جب کہ اُس کے تمام نشانات مٹ چکے ہوں گے اور اُس کے دہانے سوکھ گئے ہوں گے۔)

فقلت الی ان یرجعَ الماءُ عائداً وتعشبّ شطّاہ تموت ضفادعہ

(میں نے کہا کہ قبل اس کے کہ پانی آئے اور اُس کے دونوں کنارے گھاس سے ہرے ہوں مینڈک مر چکے ہوں گے۔)

ایرانی شعراء مینڈک کی جگہ مچھلی کا ذکر کرتے ہیں جب وہ اِس بات کو کہنا چاہتے ہیں مثلاً۔

(ا) پندار (متوفی ۴۰۱ھ / ۱۰۱۱ء کہتا ہے:[3]

بابط می گفت ماہی در تب وتاب غم نیست بجوی رفتہ باز آید آب

(مچھلی نے بطخ سے بے تاب ہو کر کہا۔ گھبراؤ نہیں جو پانی چلا گیا ہے وہ پھر نہر میں آجائیگا)

بط گفت چو من قدیم گشتم تو کباب دنیا پس مرگ ما چہ دریا چہ سراب

(بطخ نے کہا جب میرا قیمہ کر دیا جائے اور تو تلی جائے ہمارے بعد کچھ بھی ہو دریا رہے یا سراب سب یکساں ہیں۔)

---

[1] دیوان ص ۹۱ اور جلد ۲

[2] کتاب الشعر ص ۱۲۵ الف

[3] مجمع الفصحا ص ۹۱ ب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ان اشعار میں انوری کے ذیل میں دیئے ہوئے قطعہ[۱] میں احمد بن بندار کے مذکورہ اشعار کا قریب قریب ترجمہ ہے:-

همدمی گفت صبر کن زیرا صبر کار تو خوب و زود کند
آب رفته بجوی باز آید کار بهتر از آنچه بود کند
گفتم آب ار بجوی باز آید ماهی مرده را چه سود کند

(ایک دوست نے کہا صبر کر۔ صبر کرنے سے تیرا معاملہ جلد بن آئے گا۔)
(سوکھا ہوا پانی چشمہ میں پھر آجائے گا اور تیرا کام پہلے سے اچھا ہوگا۔)
(میں نے کہا چشمے میں پانی آنے سے اُس مچھلی کو کیا فائدہ ہوگا جو پانی نہ ہونے کی وجہ سے مر چکی ہو۔)

ابن یمین (متوفی ۷۴۵ھ / ۱۳۴۴ء) کہتا ہے[۲]:-

چه سود آنگه که ماهی مرده باشد که باز آید بجوی رفته آبی

(مچھلی کو اُس وقت کیا فائدہ جب وہ مرچکی ہو کہ سوکھا چشمہ پانی سے بھر جائے گا۔)

تاج الدولہ بن عضد الدولہ کے مندرجہ ذیل عربی اشعار میں یہ مفہوم بعینہٖ پایا جاتا ہے[۳]:-

هب الدهر ارضانی واعتب صرفه واعقب بالحسنی من الحبس والاسر

(مانا کہ زمانہ مجھے خوش کر دے گا اور نقصان کی تلافی کر دے گا اور قید وبند کی صعوبتوں کے صلے میں مجھ سے اچھا برتاؤ رکھے گا۔)

فمن لی بایام الهموم التی مضت ومن لی بما انفقت فی الحبس من عمری

(لیکن ماضی میں جو ایام مصیبت گذرے ہیں اس کا جواب وہ کون ہوگا اور اُس زندگی کی جو میں نے قید خانہ میں کاٹی ہے کون تلافی کرے گا۔)

---

۱ دیوان چھاپہ تہران۔
۲ خرابات جلد ۲ ص ۳۶۸۔
۳ یتیمہ جلد ۲ ص ۲ اور کتاب الشعر ص ۱۳۵ الف

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دقیقی (متوفی ۹۷۵ء) کے پیش نظر یہی اشعار تھے جب اُس نے کہا تھا[1]:

گویند صبر کن ترا صبر بر دہد   آری دہد ولی بعمر دگر دہد

(وہ کہتے ہیں کہ صبر کر۔ صبر کا تجھے پھل ملے گا۔ بے شک ملے گا لیکن دوسری زندگانی میں۔)

من عمر خویش رابصبوری گذاشتم   عمر دگر ببباید تا صبر بر دہد

(میں نے اپنی ساری عمر صبر سے کاٹ دی۔ ایک اور عمر چاہیئے تاکہ صبر اپنا پھل دے سکے)

فرخی (متوفی ۴۲۹ھ ۱۰۳۸ء) نے یہی ساز بجایا ہے[2]:-

تا در طلب درست ہمی بشتابم   عمرم بکران رسید و من در خوابم

(میں محبوب کی تلاش میں اب بھی سرگرم ہوں۔ میری عمر ختم ہونے آئی اور میں اب بھی خواب میں مست ہوں۔)

گیرم کہ وصال دوست خواہم یافت   این عمر گذشتہ را کجا دریابم

(مانا کہ محبوب کے وصال سے سرفراز ہو جاؤں گا لیکن گذری ہوئی زندگی پھر کیسے ہاتھ آئے گی؟)

عبید بن الابرص زمانۂ جاہلیت کا ایک شاعر ہو گذرا ہے اُس نے بھی اس خیال کا اظہار کیا ہے[3]:-

لأعرفنك بعد اليوم تندبني   وفي حياتي ما زودتني زادي

(میں خوب جانتا ہوں کہ تو مجھے کل روئے گا۔ حالانکہ تو نے میرے جیتے جی میری خواہش پوری نہیں کی۔)

یہ خیال ایرانی شعراء میں عام پایا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر حافظ (متوفی ۱۳۸۸ء) کو لیجیئے وہ کہتا ہے۔

---

[1] پیزی: cheeshomallia peroane ص ۱۵۸ ورخرابات جلد ۲ ص ۲۱۲۔

[2] لباب جلد ۲ ص ۵۔

[3] لایل: دایوان عبید بن الابرص و دیوان عامر ص ۷

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

امروز کہ در دست تو ام مرحمتی کن فردا کہ شوم خاک چہ سود اشک ندامت

(آج جب کہ میں تیری چنگل میں ہوں مجھ پر رحم کر۔ کل میں جب خاک ہو جاؤں گا پھر اشکِ ندامت سے کیا حاصل؟)

تواضع

یا

نانک ننھے ہو رہو جیسے ننھی دُوب ✦ پیڑ بڑے گر جائیں گے دوب خوب کی خوب

ابن الرومی (متوفی ۲۸۳ھ / ۸۹۶ء) نے اس ضرب المثل کو حسب ذیل شعر میں ادا کیا ہے[1]۔

کالریح والزرع استکان لمرّها وعنا فلم تقدر علی تقصیفه

(آندھی اور کھیت کے مانند کہ جو آندھی کے چلنے پر جھکا جاتا ہے اور جھکا ہوا رہتا ہے پھر آندھی اُسے برباد نہیں کر سکتی۔)

کم قد نجا منه الضعیف وما نجا منه العنیف بلفّه ولفیفه

(کتنے کمزور درخت آندھی سے بچ نکلتے ہیں! اور کتنے طاقتور درخت باوجود اپنے آس پاس والے ساتھی درختوں کے بچ نہیں سکتے)

وتهاون الجذع الابی مهزّة فاتی علیه ولم یرع لحفیفه

(اور سرکش کھجور کے درخت نے آندھی کی وجہ سے اپنی جنبش کو معمولی سمجھا۔ بس اُس نے اس کو آ دبوچا اور اُس کے گڑگڑاہٹ کی پرواہ نہ کی[2]۔)

ابن یمین کا ذکر پہلے آچکا ہے۔ اُس نے اِس تشبیہ کو حسب ذیل انداز سے بیان کرتا ہے[3]۔

---

[1] محاضرات ص ۱۴۰ ۔

[2] ISAAK WALTON نے "The Compleat ANGLER" میں ایک انگریزی نظم کی چند سطور لکھی ہیں جن سے یہ حقیقت عیاں ہو جاتی ہے:۔

خوشا! فرخندہ دولت تواضع!

(باقی اگلے صفحہ پر)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہر بلا کز قضای بد باشد ‏ ‏ بر بزرگان روزگار رسد

(قضا و قدر سے جو کوئی بلا نازل ہوتی ہے وہ زمانہ کے بڑے لوگوں پر گرتی ہے۔)

می نہ بینی کہ سرسار بوزد ‏ ‏ چون باطراف جوئبار رسد

سروہائی کہن زبن بکنند ‏ ‏ فی ازو سبزہ را غبار رسد

(کیا تم نے نہیں دیکھا کہ طوفان چلتے چلتے جب لب دریا تک پہنچتا ہے تو پرانے درختوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکتا ہے اور گھاس کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔)

پند و موعظت والے فارسی کلام میں کئی اور مثالیں مل سکتی ہیں جن میں عربی شعراء کی صدائے بازگشت ہو سکتی ہے لیکن مذکورہ بالا چند اقتباسات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اس باب میں بھی ایرانی شعراء اپنے عرب پیشرووں کے مرہون منت ہیں اور فارسی ادب کے شائقین پر یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ انہیں عربی زبان اور ادب کا تقابلی مطالعہ کرنا چاہیئے اسی پر پروفیسر براؤن (مغفرلہ) بار بار اپنی کتاب تاریخ ادبیات ایران میں زور دیتے رہے ہیں۔

(مسلسل)

(پچھلے صفحہ سے آگے)

خوش نصیب ہیں وہ اذہان جو قناعت کی بدولت بڑے بڑے طوفانوں کو حقیر سمجھتے ہیں اور چھوٹے درختوں کے مانند طوفانوں سے بچ نکلتے ہیں جب کہ تناور درخت جڑ سے اکھڑ جاتے ہیں۔

صاحب عقد الفرید جلد ۱ ص ۱۱ نے ایک مثال دی ہے جو کسی گمنام شاعر سے منسوب ہے:۔

انّ الریاح لذا ما اعصفت قصفت ‏ ‏ عیدان نخلٍ ولا یعبأن بالرّتم

(بیشک تیز آندھی کھجور کے درختوں کو توڑ ڈالتی ہے اور چھوٹے چھوٹے معمولی پودوں کو اپنی جگہ رہنے دیتی ہے)

ایک دوسرا گمنام شاعر (ملاحظہ ہو الخیال فی الشعر العربی ص ۵) کہتا ہے:۔

لذ بالخمول و عن بالذل معتصمًا ‏ ‏ باللہ تنجو کما اھل النھی سلموا

فالریح تحطم ان ھبت عواصفھا ‏ ‏ دوح الثمار و ینجو الشیح والرتم

سلہ دیوان ابن یمین ص ۱۰ الف ب۔

© rasailojaraid.com